تحقیق مخطوطات کی اہمیت ☆

خالد سیف اللہ رحمانی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم النبيين وأفضل الأنبياء والمرسلين و على آله وأصحابه أجمعين ، أما بعد .

علماء کرام اور طلبۂ عزیز! اللہ کا شکر ہے کہ ہم سب ایک ایسے نبی کی اُمت ہیں، جن کی نبوت کا سایہ قیامت تک قائم رہے گا ، جس کی لائی ہوئی شریعت ایک زندہ شریعت ہے ، جو آخری درجہ فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور زندگی کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پوری کرنے والی ہے، جو شریعت انسانی زندگی سے متعلق ہو اور جو دین قیامت تک بے آمیز طریقہ پر باقی رہنے کے لئے ہو، ضروری ہے کہ اس سے متعلق علوم وفنون بھی زندہ و پائندہ رہیں، وہ کہنگی نا آشنا ہوں اور ان کی تازگی ہمیشہ برقرار رہے؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور ان کی مذہبی کتابوں سے متعلق علم وتحقیق کا سلسلہ یا تو مسدود ہو چکا ہے یا محدود؛ لیکن اسلام وہ دین برحق اور قرآن مجید وہ ازلی کتابِ ہدایت ہے، جس میں کسی وقفہ کے بغیر علم وتحقیق کا سلسلہ جاری وساری ہے اور گذشتہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کی بہترین ذہانتیں ان علوم وفنون کی آبیاری میں خرچ ہوتی رہی ہیں، —— اور کیوں نہ ہوں کہ اسلام نے علم کو جو اہمیت دی ہے، مذاہب عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم میں زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے ''**فضل العلم خير من فضل العبادة**'' (۱) رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب دو ایسے اشخاص کا ذکر کیا گیا، جن میں ایک کا امتیاز عبادت میں تھا اور دوسرے کا علم میں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی معمولی شخص پر، ''**فضل العالم على العابد كفضلى على آدناه**'' (۲) آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں تو اس کو تفقہ

☆ کلیدی خطبہ بہ موقع: ''دورہ تدریبیہ لمنہج البحث والتحقیق'' بمقام: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد۔

(۱) طبرانی عن حذیفہ بن یمان، بحوالہ مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۴۷۸۔

(۲) ترمذی عن ابی امامہ، حدیث نمبر: ۲۶۵۰۔

یعنی علمی گہرائی عطا فرماتے ہیں: ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین''(۱) یہ اور اس طرح کے کتنے ہی ارشادات نبوی ہیں، جن میں علم کو بمقابلہ دوسرے اعمال کے ترجیح دی گئی ہے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ اس عبادت میں خیر نہیں، جس کے ساتھ علم نہ ہو اور وہ علم مفید نہیں جس کے ساتھ فہم نہ ہو''لا خیر من عبادة لا علم فيها ولا خير في علم لافهم فيه''۔(۲)

یہ اسلام کا فیض ہے کہ اس نے انسانیت کو لوح وقلم کی اہمیت سے آشنا کیا، پیغمبر اسلام ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی، خود اس میں قلم کا ذکر موجود ہے، قرآن نے قلم کی قسم کھائی ہے،'' ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ''(القلم:۱) عربوں کا حال یہ تھا کہ انھیں اپنے اُمی ہونے پر فخر تھا، اہل سیر کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو مکہ میں صرف تیرہ لوگ لکھنا جانتے تھے اور جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار میں صرف گیارہ لوگوں کو لکھنا آتا تھا اور عورتوں کے کاتب ہونے کو تو بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا؛ لیکن یہ آپ ﷺ کا فیض ہے کہ صرف آپ کے کاتبانِ وحی کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے، آپ نے خواتین کے لئے لکھنے کی حوصلہ افزائی فرمائی اور خود اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو کتابت سکھوائی، اس لئے تحریر وتالیف اور بحث وتحقیق اس اُمت کو میراث میں ملی ہے، مسلمانوں نے کتابت کے وسائل پر بھی توجہ دی ہے، عرب عام طور پر اونٹ کی ہڈیوں، کھجور کی چھالوں اور بعض نرم سفید پتھروں پر لکھا کرتے تھے، اسلام کے آنے کے بعد بتدریج اسے ترقی حاصل ہوئی، یہاں تک کہ عالم اسلام میں عباسیوں کے دور ہی سے کاغذ کا استعمال عام ہوگیا، اس وقت پریس کا وجود نہیں تھا؛ اس لئے ''وراق'' کا پیشہ شروع ہوا، ''نقل نویس''''وراق'' کہلاتے تھے اور انھیں معاشرہ میں بڑا مقام حاصل تھا، بڑے بڑے شہروں میں ان کے باضابطہ بازار ہوا کرتے تھے، علامہ مقریزی نے اپنی کتاب ''خطط'' میں تفصیل سے وراقین کا اور ان کے تحریری کمالات کا ذکر کیا ہے، یہاں تک کہ اسماء رجال کی کتابوں میں بعض دفعہ شخصیتوں کے تذکرہ میں حسن خط کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، یہ سب کچھ نبی عربی اُمی ﷺ کا اعجاز تھا کہ جو قوم لکھنے پڑھنے سے بالکل ہی نابلد تھی، اس نے علمی کمالات اور بحث وتحقیق کے میدان میں امامت کا درجہ حاصل کرلیا، اب ضرورت ہے کہ پھر اسی جامِ کہن کا دور چلے، علم وتحقیق کی مجلسیں آراستہ ہوں اور موجودہ عہد کی ضرورت کے مطابق علماءِ اسلام دین وعلم دین کی خدمت کا فریضہ انجام دیں۔

شاید یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی نظام تھا کہ خلافت راشدہ کے عہد زریں تک تو سیاسی اور دینی قیادت کا مرکز ایک ہی رہا؛ لیکن جیسے جیسے سیاسی اقتدار کے ایوانوں پر خدا ناترس لوگ مسلط ہوتے گئے اور اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے نہیں؛ بلکہ اپنی عیش کوشی کے لئے لوگ اس میدان میں طالع آزمائی کرنے لگے، اقتدار کے دو الگ الگ مرکز قائم ہوگئے، ایک مرکز سیاسی قیادت کا تھا، دوسرا مرکز دینی رہنمائی کا تھا، پہلے مرکز سے ملک ومال کے

(۱) سنن ترمذی: ۲۶۴۵۔ (۲) سنن دارمی، حدیث نمبر: ۲۹۸۔

فاتحین پیدا ہوئے اور دوسرے مرکز سے مفسرین ومحدثین ،فقہاء وصوفیاء اور دین کے مخلص شارحین ومبلغین وجود میں آئے ،اگر چہ اس تقسیم سے بعض نقصانات بھی ہوئے ،مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے دو بڑے فائدے بھی ہوئے ، ایک یہ کہ اسلام کا پیغام ہر طرح کی آمیزش سے محفوظ رہا،حکومت کا جبر واستبداد بھی اس پر اثر انداز نہ ہوسکا، یہاں تک کہ صورتحال یہ تھا کہ اگر کوئی محدث شاہی دربار میں آمد ورفت رکھتا اور سرکاری عہدہ قبول کرتا تو محدثین اس کی روایت لینے سے گریز کرتے اور اگر کوئی فقیہ ایوان حکومت سے تعلق رکھتا اور کسی سرکاری منصب پر بٹھایا جاتا تو لوگ اس کے فتویٰ کو نامعتبر مانتے، یہاں تک کہ امام ابو یوسفؒ جیسی شخصیت جنھوں نے عہدۂ قضاء کو عباسی خلفاء کی بتدریج اصلاح کے لئے استعمال فرمایا، کتاب الخراج جیسی کتاب لکھی اور اس کے مقدمہ میں نہایت دردمندی کے ساتھ حکمرانوں کو دین وشریعت کی طرف متوجہ فرمایا، ان سے بھی امام ابوحنیفہؒ کے بعض تلامذہ نے کنارہ کشی اختیار کرلی ، اس کی اہمیت کا اندازہ عیسائیت یا ہندومت کی تاریخ سے لگایا جاسکتا ہے، محض رومی حکمرانوں کو ان کے سابق مذہب سے مانوس رکھتے ہوئے عیسائیت کو قابل قبول بنانے کی غرض سے تثلیث کا عقیدہ گھڑا گیا؛ کیوں کہ رومیوں کے مذہب میں تثلیث کا تصور پہلے سے موجود تھا، اسی طرح ہندو مذہب میں برہمنوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور برسر اقتدار گروہ پر اپنا تسلط برقرار رکھنے کے لئے ویدوں کی حقیقی تعلیمات کو کنارے کردیا اور بت پرستی، انسانیت کے درمیان تفریق اور آواگون کا پورا فلسفہ وضع کرلیا، جسے منوجی کی تعلیمات کہا جاتا ہے، اسلام میں بھی حالاں کہ اس کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کرنے کی ناپاک کوششیں بھی ہوئیں؛ لیکن اس میں کبھی کامیابی نہیں مل سکی؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور تھی کہ یہ دین ہمیشہ اپنی اصلی شکل پر باقی رہے اور بظاہر اس کا سبب یہی ہوا کہ علماء اسلام نے اپنے آپ کو سیاسی طالع آزمائی سے دور رکھا اور حکومتوں سے قربت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ سیاسی طوفان آتے اور جاتے رہے، اقتدار کے لئے کشت وخون کا بازار گرم ہوتا رہا؛ لیکن ان آندھیوں نے علم کے چراغ کو بجھنے بلکہ مدھم تک ہونے نہیں دیا؛ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو زمانہ شدید سیاسی اُتار چڑھاؤ کا رہا ہے، عین اس زمانہ میں بھی اہل علم نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے ہیں اور ایسی کتابیں تالیف کی ہیں، جن کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی؛ بلکہ ایسا بھی ہوا کہ جب عالم اسلام کا چپہ چپہ تاتاریوں کے قدموں کی دھمک سے لرز اُٹھا تو اہل علم نے دوسرے علاقوں میں ہجرت کی اور وہ وہاں پہنچ کر گیسوئے علم کی آراستگی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

سلف صالحین علم وتحقیق کے کام کو ایک عبادت سمجھ کر انجام دیتے تھے، علامہ ابن جوزیؒ جو کثیر التصنیف علماء میں تھے، انھوں نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کی ہیں اور خود فرمایا کہ میری ان انگلیوں نے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، انھوں نے حدیث شریف کی جو کتابیں لکھیں، ان کے قلموں کے تراشے جمع کرتے گئے اور وصیت کی کہ انھیں

تراشوں سے میرے غسل کا پانی گرم کیا جائے؛ چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا، امام ابوجعفر طبری کی وفات کے بعد ان کی تصنیفات کو شمار کیا گیا تو ابتدائے جوانی سے یوم وفات تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط پڑا۔

ابن شہاب زہریؒ کے علمی اشتغال کا حال یہ تھا کہ ان کی بیوی ان کی کتابوں کے بارے میں کہتی تھیں کہ یہ مجھ پر تین سوکنوں سے بڑھ کر ہیں ''واللہ لھذہ الکتب أشد علیَّ من ثلاث ضرائر'' وہ کھانے کے وقت بھی اپنے مسودہ کا مطالعہ کرتے رہتے اور ان کی بہن ان کے منھ میں لقمہ ڈالتی جاتی تھیں، امام رازی کو اس بات کا افسوس ہوتا کہ ان کے کھانے کا وقت ضائع ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ وہ وقت علمی اشتغال سے خالی رہتا ہے، پھر جو کچھ لکھا اور پڑھا جاتا، اس کے پیچھے گہری تحقیق اور غیر معمولی محنت کارفرما ہوتی تھی۔

ابوعبیدہ بن سلام سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب ''غریب الحدیث'' کی تصنیف میں چالیس سال صرف کئے، — شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور خود اُردو میں بھی مولانا محمد حبیب الرحمٰن شیروانی نے اپنی کتاب ''علماء سلف'' میں تذکرہ و رجال کی بہت سی اہم کتابوں سے علماء کے علمی اشتغال کے کتنے ہی اہم واقعات نقل کئے ہیں، جو طلبۂ عزیز کے پڑھنے کے لائق ہیں، یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ان کے نزدیک علم وتحقیق کو عبادت کا درجہ حاصل تھا اور وہ اس کام کو اللہ کی رضاء وخوشنودی کے لئے کیا کرتے تھے۔

افسوس کہ اہل علم کا بہت سارا علمی ذخیرہ آج دستیاب نہیں ہے، بعض کم فہم لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ اگر کسی عالم کی کسی تالیف کا کتابوں میں تذکرہ ملتا ہے؛ لیکن اب وہ دستیاب نہیں ہے تو لوگ ان تصنیفات کو ماننے سے انکار کر جاتے ہیں اور مسلکی تعصب کی بنا پر اس کو جھوٹ قرار دیتے ہیں؛ حالاں کہ ایسا نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جس دور میں علم وفن کے چراغ جلائے، وہ دور پریس کی سہولتوں کا نہیں تھا، علمی کاموں کے لئے دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھوں کا چراغ بھی جلانا پڑتا تھا اور الفاظ ونقوش کے لعل وگہر مشینوں کے ذریعہ نہیں؛ بلکہ اپنے ہاتھوں سے پروئے جاتے تھے، اس لئے بڑی مشقت سے کتاب کی تالیف پایۂ تکمیل کو پہنچتی تھی اور کبھی کبھی اتنی ہی دشواری کے ساتھ اس کے قلمی نسخے تیار کئے جاتے تھے، پھر ان کی حفاظت کے لئے معقول انتظام بھی نہیں تھا، زیادہ تر انفرادی طور پر لوگ ان علمی جواہر کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس لئے بہت سارے مخطوطات ضائع ہوگئے۔

خاص کر جب تاتاریوں نے بغداد کا عظیم الشان مکتبہ جلا کر خاکستر کر دیا تو علم وفن کے کتنے ہی جواہر پارے ہمیشہ کے لئے نیست ونابود ہوگئے، کہا جاتا ہے کہ ان کتابوں کی راکھ سے دریائے دجلہ پر پل بنایا گیا، اِس سے اس خزانۂ علمی کی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، عجیب بات ہے کہ تاتاری قوم غیر مہذب اور وحشی تھی؛ لیکن موجودہ دور میں جو لوگ اپنے آپ کو تہذیب وشائستگی کا نمائندہ سمجھتے ہیں، انھوں نے بھی علمی خزانہ کی تباہ کاری میں کچھ کم ''بہادری'' کا مظاہرہ نہیں کیا، کویت اور عراق کی جنگ میں جامع امام ابوحنیفہؒ بغداد سے منسلک مخطوطات کی ایک بڑی لائبریری

کوعصر حاضر کے تاتاری یعنی امریکہ نے قصداً بمباری کر کے راکھ کا ڈھیر بنادیا، اسی طرح کتنے ہی مخطوطات ہیں، جن کومغرب کی استعماری طاقتیں مشرقی اور اسلامی ملکوں سے لوٹ کر لے گئیں، ان میں سے بعضوں نے یقیناً بہتر طور پر ان کی حفاظت کا انتظام بھی کیا؛ لیکن بہت سے مخطوطات ضائع بھی کردیئے گئے، اس لئے یہ سمجھنا کم فہمی ہوگی کہ جن تالیفات کا کتابوں میں ذکر آیا ہے، اگر وہ آج دستیاب نہ ہوں تو گذشتہ مؤلفین کے بیان کو خلاف واقعہ سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس وقت بھی دنیا کے مختلف خطوں میں اسلامی مخطوطات کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، ترکی — بہ قول ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ — ان مخطوطات کا دارالخلافہ ہے اور عالم اسلام کے خاص خاص ملکوں میں ان کی بڑی تعداد موجود ہے؛ لیکن برصغیر کا مقام بھی اس معاملہ میں کم نہیں ہے، سندھ کا علاقہ تو اس کے لئے معروف رہا ہی ہے؛ لیکن موجودہ ہندوستان میں بھی مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، خدا بخش لائبریری پٹنہ، شعبۂ مخطوطات مشرقی حیدرآباد، رضاء لائبریری رامپور، نیشنل لائبریری کلکتہ، ٹونک، بھوپال، ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کی خاندانی لائبریری اور نہ جانے کتنے انفرادی مکتبے اور دینی درسگاہوں اور علمی اکیڈمیوں کی لائبریریاں ہے، جو ان خزانوں سے معمور ہیں، اگرچہ کہ '' مکتبہ الجمعہ الماجد، عرب امارات'' اور ایرانی سفارت خانہ کے ذریعہ اس کی فہرست سازی اور مخطوطات کی اسکیاننگ کا نہایت قابل قدر کام انجام پارہا ہے؛ لیکن اس کے باوجود آج بھی بہت سے مخطوطات ان دفینوں کی نذر ہیں، جہاں تک اہل علم کی رسائی نہیں ہو پائی ہے ، ہندوستان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی تصحیح وتحقیق کے ساتھ یہاں سے صحیحین کی طباعت عمل میں آئی، جو آج بھی صحیح ترین نسخہ تصور کیا جاتا ہے — اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے فضیلت جنگ حضرت مولانا شاہ انوار اللہ فاروقیؒ کو، جیسے انھوں نے اسلامی علوم کی تدریس کے لئے '' جامعہ نظامیہ'' کی بنیاد رکھی، اسی طرح اسلامی علوم کے ان مستور خزانوں کو اہل علم تک پہنچانے کے لئے مستقل ایک ادارہ '' دائرۃ المعارف العثمانیہ'' (سابق نام: دائرۃ المعارف النظامیہ) کی بنیاد رکھی، جس کے ذریعہ مختلف اسلامی علوم وفنون کے بہت سارے مخطوطات منظر عام پر آئے، جن میں علامہ سمعانیؒ کی 'کتاب الانساب' حافظ ذہبیؒ کی 'تذکرۃ الحفاظ' شیخ علی متقی الہندیؒ کی 'کنز العمال' امام طحاویؒ کی 'مشکل الآثار' امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی 'کتاب الآثار' حدیث کی معروف کتاب 'سنن بیہقی' مفردات حدیث میں 'غریب الحدیث' رجال میں 'کتاب المجروحین' ربط آیات پر منفرد تفسیر 'نظم الدرر' اور نہ جانے کتنے ہی علمی شہ پارے شامل ہیں اور اس یہاں سے طرح ایک عظیم تاریخی کارنامہ انجام پایا۔

بحمد اللہ ادھر مخطوطات کی تحقیق پر لوگوں کی توجہ بڑھی ہے، خاص کر عالم عرب کی جامعات میں دکتورہ کے طلبہ اس موضوع پر بڑی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں؛ لیکن خاص کر فقہ حنفی کے مخطوطات پر ابھی بھی توجہ کی ضرورت

ہے،فقہ مالکی کی کتابوں کومغرب کی حکومت نے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے،فقہ حنبلی کی کتابیں سب سے کم دستیاب تھیں،ان پر موجودہ سعودی حکومت نے توجہ دی، نیز سعودی حکومت نے تفسیر وحدیث کے مخطوطات کو بھی طبع کرنے کا اہتمام کیا،شافعی دبستانِ فقہ میں چوں کہ بڑے بلند پایہ علماء ومحدثین پیدا ہوتے رہے ہیں،اس لئے انھوں نے اپنے مذہب کی کتابوں کی خود ہی خدمت کر کے ان کو مستغنی کر دیا ہے۔

لیکن فقہ حنفی کے ساتھ یہ سانحہ ہوا کہ جن ملکوں میں احناف کی اکثریت ہے، وہاں کی حکومتوں کو دین ومذہب سے کم تعلق ہے؛ چنانچہ آج تک امام محمد کی ''کتاب الاصل'' کی بھی پوری جلدیں نہیں آسکیں، حاکم شہید کی ''الکافی'' کے لئے اب تک نگاہیں ترستی ہیں،محیط برہانی اور تاتارخانیہ جیسی اہم کتابیں ابھی کچھ عرصہ پہلے منظر عام پر آئی ہیں، نیز امام صاحب، ان کے تلامذہ، مشائخ مذہب اور محدثین احناف کی کتنی ہی تالیفات ہیں، جن کے نام ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں،مگر وہ اہل علم کا سرمہ چشم نہیں بن سکیں، اللہ جزائے خیر دے حضرت مولانا ابوالوفاء افغانیؒ کو، کہ انھوں نے ''احیاء المعارف النعمانیہ'' قائم کر کے فقہ حنفی کی بعض بنیادی کتابوں کو اہل علم کی بارگاہ تک پہنچایا، اس سے پہلے غالباً لوگ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی کتابوں کو دیکھنے سے بھی قاصر تھے، اس کے علاوہ بھی ہندوستان کے اہل علم نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے، جب حدیث وفقہ کی اہم کتابیں عالم اسلام میں ناپید تھیں، اس وقت ہندوستان میں بعض قیمتی مخطوطات طبع ہوئے اور ہندوستان کے اصحابِ ذوق نے اہم ترین علمی ذخائر کو اہل علم کی بارگاہ تک پہنچایا، اس سلسلہ میں ماضی قریب کی شخصیتوں میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ، مولانا ابوالوفاء افغانیؒ، مولانا مہدی حسن شاہجہاں پوری، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی وغیرہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ابھی بھی بے شمار مخطوطات ہیں جو منظر عام پر نہیں آپائے ہیں، اسی طرح بعض مخطوطات وہ ہیں جو اگرچہ طبع ہوئے ہیں؛ لیکن ان میں اغلاط کی کثرت ہے، نصوص کی تصحیح پر توجہ کم دی گئی ہے، بعض کتابیں جن مصنفین کی طرف منسوب کر کے شائع کی گئی ہیں، علماء کے نزدیک اس کی نسبت بجائے خود مشکوک ہے؛ اس لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان میں علمی وتحقیقی اکیڈمیاں اور اعلیٰ دینی تعلیمی درسگاہیں اس اہم خدمت کی طرف متوجہ ہوں۔

حضرات! المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، جس کے قیام پر بارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اس کا مقصد صرف تعلیم وتعلم ہی نہیں ؛ بلکہ بحث وتحقیق اور برادران وطن میں دعوت اسلام اور اس کی تربیت بھی ہے؛ چنانچہ اب تک ۱۴۹ر موضوعات پر یہاں زیر تربیت فضلاء نے کام کیا ہے، جن میں سے عربی واُردو میں ۴۰ مقالات طبع ہو چکے ہیں، اور کام لیتے ہوئے چند جہتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے، اول یہ کہ ایسے نئے مسائل پر ان سے کام کرایا جائے، جس کی موجودہ دور میں ضرورت ہے، دوسرے: ان موضوعات کا انتخاب کیا جائے جو اہل علم کے لئے نفع بخش ہیں، تیسرے: سلف کے وہ علوم جو مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں، ان پر تعلیق وتحقیق؛ تاکہ وہ اہل علم کے لئے لائق استفادہ

ہوسکیں ؛ چنانچہ ''الأدلۃ الشریعۃ علی مذہب أبی حنیفۃ ،الفوائد الظہیریۃ ،فتاویٰ سراجیہ،فتاویٰ غیاثیہ،تفسیرات أحمدیۃ ، الکافی للشہید ،مختصر شرح معانی الآثار لابن رشد المالکی'' پر اس وقت کام چل رہا ہے،اور شعبۂ حدیث میں تحقیق کے کام کے لئے ڈاکٹر حمید اللہؒ چیئر اور فقہ میں قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ چیئر قائم ہے،اس سال شعبۂ تحقیق کو مستقل حیثیت دیتے ہوئے اس کو ایک علاحدہ شعبہ کی حیثیت سے قائم کیا جارہا ہے، یہ شعبہ ابتداءً چھ رفقا پر مشتمل ہوگا،اسی مناسبت سے اس ورکشاپ کا انعقاد عمل میں آرہا ہے؛ تاکہ اس کام کے لئے افراد کار تیار ہوسکیں اور علماء ایک پیشہ کے طور پر نہیں ؛ بلکہ اپنے سلف کی طرح ایک عبادت کے طور پر اسے انجام دیں،اگرچہ اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ کام کی وسعت کے لحاظ سے یہ ایک حقیر کوشش ہے؛ لیکن انسان اپنی صلاحیت کے مطابق کوشش کرنے کا مکلّف ہے،ایک ایک اینٹ کے جڑنے سے دیوار وجود میں آتی ہے اور ایک ایک قطرہ مل کر سمندر بنتا ہے، کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس معمولی سی کوشش کو اِس طرف لوگوں کے متوجہ ہونے کا ذریعہ بنادے۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز.**

اخیر میں اپنے ان مہمانوں کا شکرگزار ہوں،جن کی تشریف آوری نے آج کے اس اجلاس کی رونق کو بڑھایا ہے، خاص کر محبّ گرامی مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب ، پروفیسر اختر الواسع صاحب ، پروفیسر محسن عثمانی صاحب ، پروفیسر سید جہانگیر صاحب ، پروفیسر عبدالمعز صاحب اور ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب کا ،جن کی آمد نے اس پروگرام کی وقعت میں اضافہ کیا ہے،دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ معہد کو اس کے بلند، وسیع مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اسے دین کی دعوت وتحقیق کا اور حفاظت واشاعت کا مرکز بنادے۔ آمین

○ ○ ○